ہدایت حصولِ مقصدِ حیات کی راہیں کھولتی ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰؍ جولائی ۱۹۸۱ء بمقام مسجد احمدیہ اسلام آباد)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے یہ آیات تلاوت فرمائیں:-

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○ (یونس:۵۸،۵۹)

يَتَوَفّٰىكُمْ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ (یونس:۱۰۵،۱۰۶)

وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ○

(یونس:۱۱۰)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

جن آیات کی میں نے اس وقت تلاوت کی ہے وہ سورۂ یونس کی آیات ۵۸۔۵۹۔ ۱۰۵۔۱۰۶۔۱۱۰۔ ہیں۔ ان کا ترجمہ یہ ہے۔ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے یقیناً ایک ایسی کتاب آ گئی ہے جو سراسر نصیحت ہے، موعظہ ہے اور وہ ہر اس بیماری کے لئے جو سینوں میں پائی جاتی ہو، شفا دینے والی ہے اور ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

تو ان سے کہہ دے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے وابستہ ہے۔ پس اسی پر انہیں خوشی منانا چاہیئے جو مال و دولت وہ جمع کر رہے ہیں اس سے یہ نعمت کہیں زیادہ بہتر ہے۔

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمان پر مضبوطی سے قائم رہوں۔ حقیقی مومن بنوں اور اس فرمان کے پہچاننے کا بھی حکم دیا گیا ہے کہ تو ہر کجی سے پاک ہوتے ہوئے اپنی توجہ کو ہمیشہ کے واسطے دین کے لئے وقف کر دے اور تو مشرکوں میں سے ہرگز نہ بن۔

اور جو کچھ تیری طرف وحی کیا جاتا ہے اس کی پیروی کر اور صبر اور استقامت سے کام لے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ صادر کر دے اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں میں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

یہ ماہ رمضان ہے جیسا کہ قرآن کریم میں بالوضاحت بیان کیا گیا ہے اور میں نے بھی اپنے ایک خطبہ میں غالباً یہیں میں نے پڑھا تھا، یہ بتایا تھا کہ ماہ رمضان کا بڑا گہرا تعلق، قرآن عظیم سے ہے۔ اس لئے بھی کہ اس کی عظمت قرآن کریم میں بیان ہوئی اور اس لئے بھی کہ سارا قرآن کریم رمضان میں اس معنی میں نازل ہوا کہ ہر رمضان میں حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کریم جس حد تک نازل ہو چکا ہوتا، اس کا دور کیا کرتے تھے۔

قرآن عظیم اپنی وسعتوں اور اپنی گہرائیوں اور اپنی رفعتوں اور اپنے علوّ مرتبت کے لحاظ سے بڑی ہی عظیم کتاب ہے۔ اپنے کمال میں بھی عظیم ہے، اپنے اثرات میں بھی عظیم ہے اور اس سے فائدہ اٹھانا ہماری نجات کا موجب بن جاتا ہے۔

جو آیات میں نے اس وقت تلاوت کی ہیں ان میں بتایا گیا ہے کہ قرآن کریم سے تم بارہ فوائد حاصل کر سکتے ہو اور ان کی طرف میں دوستوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ کوشش کریں اور کانشس ہو کے یعنی نیت، خلوص نیت کے ساتھ قرآن کریم کا مطالعہ کریں اور جن باتوں کا میں اس وقت ذکر کروں گا جو ان آیات میں ہیں ان کی تفاصیل مختلف آیات میں پائی جاتی ہیں تلاوت کے وقت ان کو تلاش کریں اور یہ جادو نہیں کہ آپ نے پڑھ لیا اور آپ کو فائدہ ہو گیا یا

آپ نے گلے میں باندھ لیا یا بازو پر لٹکا لیا جیسا کہ دنیا کے بعض علاقوں میں ہو رہا ہے تو وہ تعویذ کے طور آپ کو فائدہ پہنچانے لگے۔

اپنی تمام عظمتوں اور تمام اثرات اور تمام وعدوں اور بشارتوں کے ساتھ آپ کے حق میں اس وقت قرآن کریم فیصلہ دیتا ہے جب آپ قرآن کریم کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے لگیں۔

پہلی بات یہاں یہ بیان ہوئی ہے کہ قرآن عظیم موعظہ ہے۔ اس کے عام طور پر معنی کرتے ہیں نصیحت کے۔ نصیحت کا لفظ انسان کے لئے بھی بولا جاتا ہے کہ ایک شخص نے فلاں کو نصیحت کی اور اللہ تعالیٰ کے لئے بھی قرآن کریم میں یہ لفظ بولا گیا ہے۔ جب قرآن کریم میں یہ لفظ بولا جائے کہ خدا تعالیٰ نے اسے نصیحت اور موعظہ بنا کے بھیجا ہے تو اس کے معنی قرآن کریم کی لغت کے ماہر ہمارے جو بزرگ گزرے ہیں انہوں نے یہ کئے ہیں کہ ایسی تعلیم ایسی ہدایتوں پر مشتمل تعلیم جو انسان کو آمادہ کرتی ہے اصلاحِ نفس پر اور رجوع الی اللہ کی طرف مائل کرتی ہے۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا تھا رمضان کی آیات میں ہی کہ اگر میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو انہیں کہو کہ میں قریب ہوں۔ یہاں یہ ہے کہ میں قریب ہوں۔ میرے سے تعلق پیدا کرو۔ رجوع الی اللہ کی طرف تعلیم دینے والی یہ کتاب ہے اس لئے جو طریقے اللہ تعالیٰ نے توبہ اور رجوع الیہ کے بتائے ہیں قرآن کریم میں وہ ہمارے سامنے آتے رہنے چاہئیں۔ تلاوت کے وقت اس طرح نہیں تلاوت کرنی چاہیئے جس طرح تیز گاڑیاں دنیا میں چل رہی ہیں یا ہوائی جہاز اڑ رہے ہیں۔ بعض دفعہ تو ایسی آواز نکلتی ہے۔ میں نے سنا ہے قرآن کریم پڑھنے والوں کے منہ سے کہ یہ ان کو بھی نہیں سمجھ آتی ہوگی کہ ہم سے کیا لفظ ادا ہو رہے ہیں یعنی ان کے کانوں کو۔ ان کی آنکھیں تو دیکھ رہی ہوں گی لفظ لیکن ان کے کان نہیں تمیز کر سکتے ہوں گے کہ یہ کون سا نقطہ میری زبان بول گئی۔ اسی لئے قرآن کریم نے آہستگی سے، سمجھ سمجھ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا (المزمّل:۵) کا حکم دیا تا کہ ساتھ ساتھ انسان کی توجہ غور کرے اور فائدہ حاصل کرے۔ سبق اسے ملے اور پھر اس کی نیت کرے کہ میں نے اس کے مطابق اپنی زندگی گزارنی ہے۔

دوسری چیز اس میں یہ ہے کہ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ (یونس:۵۸)۔ سینہ کی تمام بیماریوں کے لئے یہ شفا ہے۔ یہ عربی کا یا قرآن کریم کا محاورہ ہے۔ انگریزی میں ایک لفظ ہے mind اور Heart۔ یہ دونوں انگریزی زبان محض لوتھڑے کے معنی میں استعمال نہیں کرتے جو ہمارے سینے میں دھڑک رہا ہوتا بلکہ جو عقل کا نقطہ اور سرچشمہ ہے جس سے علم کے سوتے پھوٹتے ہیں اس کو بھی انگریزی میں Heart اور Mind کہتے ہیں اور عربی زبان میں عقل کہتے ہیں جو ہمارے سینہ میں دھڑک رہا ہوتا ہے اس کو بھی کہتے ہیں دل اور قلب اور اس کو بھی کہتے ہیں جو عقل اور علم کا سرچشمہ بن جاتا ہے۔ تو روح کا تعلق دل کے دھڑکنے کے ساتھ نہیں۔ روح کا تعلق اس خداداد عقل اور فراست اور علم کے ساتھ ہے جو روح کی پرورش کرتا ہے علم اور جو راہیں روح کی نشوونما کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بتائی ہیں ان راہوں کی طرف لے کے جاتا اور ان پر روح کی کوشش کو قائم کرتا ہے۔

قرآن کریم میں بعض دوسری جگہ اس کی وضاحت بھی کی۔ مثلاً فرمایا کہ آنکھوں کی بصارت کا ذکر ہم نہیں کرتے۔ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ (الحج:۴۷) جو دلوں میں قلوب ہیں یعنی Mind اور وہ عقل کا سرچشمہ اور علم کا جو ہے وہ اندھا ہو جاتا ہے اور اس میں امام راغب کہتے ہیں عقل کی طرف اور علم کی طرف اشارہ ہے اور اندھا پن بھی ہے یعنی جو عقل اندھی بھی ہوتی ہے۔ ہمارے اردو میں بھی محاورہ آ گیا ہے اور عقل بہری بھی ہوتی ہے یعنی جو اس کے فائدہ کی بات ہے وہ سننے کے لئے تیار۔ ایک لڑائی ہو جاتی ہے۔ مادی دلچسپیوں کی روحانی حقائق کے ساتھ۔ اور عقل جو ہے وہ مادی دلچسپیوں میں کھوئی جاتی ہے اور گم ہو جاتی ہے اور ختم ہو جاتی ہے اور مر جاتی ہے اور جس غرض کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے اس غرض کو وہ پورا نہیں کر رہی ہوتی یا اسے خدا تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس کی بتائی ہوئی ہدایت کے مطابق عمل کرنے کے نتیجہ میں حیات ملے۔ قرآن کریم میں آیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر کان دھرو اس کے لئے کہ تمہیں وہ اس لئے بلا رہے ہیں کہ تمہیں زندہ کریں لیکن اس قسم کا بہرہ پن جو ہے یہ بھی ایک بیماری ہے۔ جس کی شفا قرآن کریم کہتا ہے کہ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ قرآن کریم دل کی، Mind کی، عقل کی، علم میں جو گھن لگ جاتا ہے

وہ تمام بیماریوں کی دوا ہم نے اس کے اندر رکھی ہے اور یہ ایک فلسفہ نہیں۔ یہ احمدیوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کے بغیر ہم عملی زندگی میں خدا تعالیٰ کی رحمتوں کو حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ محض ایک علمی مسئلہ نہیں۔ نہ یہ کوئی فلسفہ ہے بلکہ پہلوں کو چھوڑو۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد لاکھوں کروڑوں وہ پیدا ہوئے جنہوں نے قرآن کریم پر عمل کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کو پایا اور اللہ تعالیٰ پیار سے ان کے ساتھ ہمکلام ہوا اور ان کا دوست بنا۔ دوست بنا میں نے کہا اس لئے کہ قرآن کریم کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ دوست بن جاتا ہے لیکن کہاں انسان اور کیا حیثیت انسان کی اور کہاں خدا اور اس کی بزرگی اور عظمت اور علو اور کبریائی لیکن یہ اس کا فضل اور رحمت ہے کہ وہ اپنے حقیر بندہ کو کہتا ہے کہ میں تیرا دوست بن جاؤں گا اگر تو میرے احکام پر چلے گا اور لاکھوں کروڑوں نے اپنی عملی زندگی میں اس کا تجربہ حاصل کیا۔ اور سب سے بڑی دلیل ان لوگوں کی زندگیاں دہریت کے خلاف ہیں یعنی جو خدا تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں ساری تاریخ انسانی سے وہ انکار کر رہے ہیں۔ بہرحال ایک چیز جو ہمیں قرآن کریم دیتا ہے اور رمضان میں خاص طور پر اس طرف توجہ کر کے ہمیں حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے وہ اللہ تعالیٰ کا پیار اور سینے کی ہر قسم کی بیماریوں سے شفاء کا حصول ہے۔

ہدایت۔ ہدایت کے قرآن کریم نے اس لفظ کو یعنی راہنمائی کرنا۔ سیدھا راستہ دکھانا جو کامیابی کی طرف لے جانے والا ہے۔ کس کام میں کامیابی؟ اصل یہ سوال پھر آجاتا ہے۔ تو قرآن کریم نے سینکڑوں جگہ زندگی کے مختلف پہلوؤں کی روحانی اور اخلاقی کامیابیوں کا ذکر کر کے قرآن کریم کو ہدایت کہا۔ وہ تو بیان نہیں ہوسکتیں ایک خطبہ میں نہیں ہوسکتیں۔ میرے خیال میں ایک زندگی میں بھی بیان ہونا مشکل ہے۔ مگر بہرحال بنیادی چیز یہ ہے کہ مقصدِ حیات ایک ہے ہمارا۔ ہمیں کیوں پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے۔

مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ (الذّٰریٰت: ۵۷) اس لئے پیدا کیا کہ ہم اس کے عبد بنیں۔ اس کا رنگ اپنی زندگی پہ چڑھائیں۔ اس کے ہم رنگ ہو جائیں۔ وہ پاک ہے۔ پاکیزگی اس کے فضل سے ہماری زندگی میں پیدا ہو اور ایک ذاتی تعلق۔ زندہ تعلق، زندہ خدا کے ساتھ ہو جائے جس کے نتیجہ میں ہر وہ رحمت جو مل سکتی ہے، وہ ہمیں ملے۔

تو بنیادی اس وقت میں نے ایک بات کی کہ ہدایت حصول مقصدِ حیات کی کوشش میں کامیابی کی راہیں ہم پر کھولتی ہے اور مومنوں کے لئے رحمت ہے۔ رَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ۔ هُدًى وَّ رَحۡمَةٌ بعض جگہ آ گیا۔ یہاں بیان کر دیا یہ ہر جگہ میں چلے گا۔ شرط ہے ایمان کے تقاضوں کو پورا کرو۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کہا اسے کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ (الصّٰفّٰت: ۱۰۳) میں نے بتایا تھا یہیں کسی خطبہ میں کہ یہ اسلام کی روح ہے۔ جو خدا تعالیٰ چاہتا ہے وہ کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فارسی کلام میں ایک بڑا عجیب شعر کہا ہے آپ نے فرمایا ہے۔ خدا کا پیار حاصل کرنا کوئی مشکل تو نہیں ہے۔ وہ جان مانگتا ہے، جان دے دو۔ خدا کا پیار مل جائے گا۔ یعنی خدا تعالیٰ کے پیار کا حصول اتنی عظمت رکھتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں جان دینا بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ رَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ كُلَّ شَیۡءٍ ہر چیز کو میری رحمت نے احاطہ کیا ہوا ہے۔ فَسَاَكۡتُبُهَا لِلَّذِیۡنَ یَتَّقُوۡنَ (الاعراف: ۱۵۷) اور جو میری پناہ میں آ جائیں گے اپنے اعمال اور اپنی دعاؤں کے نتیجہ میں ان کے لئے میں اس رحمت کو لکھ دوں گا۔

اور پانچویں چیز جو یہاں بیان ہوئی ہے بِفَضۡلِ اللّٰهِ وَ بِرَحۡمَتِهٖ یہ سب کچھ اپنی جگہ درست لیکن سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے ہوتا ہے یعنی اس کے فضل اور رحمت کو حاصل کرنا بھی اس کے فضل اور رحمت پر موقوف ہے۔ اس لئے جہاں ہمیں اعمال صالحہ بجالانے کا حکم ہوا وہاں دعاؤں کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فضل اور رحمت کو جذب کرنے کا بھی حکم ہوا تا کہ ہمارے حقیر اعمال جو ہیں وہ اس کی نگاہ میں مقبول ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَبِذٰلِكَ فَلۡیَفۡرَحُوۡا انسانی زندگی کی خوشیاں جو ہیں وہ اس بات پر موقوف ہیں۔ ایک نئی بات ہے یہاں ہمیں جوش دلانے کے لئے کہ جو مال و دولت وہ دنیا جمع کر رہی ہے اور بڑا جمع کر لیا کوئی شک نہیں یعنی بے شمار کہا جا سکتا ہے ان کا مال و دولت۔ بڑی ترقی کی۔ سائنس میں علم میں۔ ستاروں تک پہنچ گئے۔ زمین کے ذخائر باہر نکال لئے۔ وہ ہزاروں سال سے جو پٹرول زمین کی گہرائیوں میں چھپا تھا۔ سویا ہوا آرام کر رہا تھا اس کو جا کے جھنجھوڑا، ہلایا، بیدار کیا باہر نکال لیا چھلانگیں مارتا ہوا وہ سوراخوں سے باہر آ گیا اور پیسے اس سے کمائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے کہ میں نے ہی ان ساری چیزوں کو۔ اس ساری دولت کو اس سارے مال کو پیدا کیا تھا ان کے لئے۔ اس زندگی کے لئے لیکن جو ذکر ان آیات میں میں نے کیا ہے جو تم مجھ سے حاصل کر سکتے ہو۔ اصل خوشی انسانی زندگی کی اس پر ہے۔ جو مال و دولت وہ جمع کر رہے ہیں اس پر نہیں ہے۔ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ یہ بے شمار گنا زیادہ بھلائی اور خوشحالی کا موجب ہے خدا تعالیٰ کا قرب اور اس کے پیار کو حاصل کرنا۔

اس وقت جو سب سے امیر ممالک دنیا میں پائے جاتے ہیں انہوں نے فخر اور تکبر میں اپنا نام سپر پاورز (Super Powers) رکھ لیا یا ان کے خوف اور احساس کمتری کے نتیجہ میں دوسری قوموں نے ان کا نام سپر پاورز رکھ لیا یہ تو خدا بہتر جانتا ہے لیکن جو سپر پاورز ہیں ان کے عوام بھی خوش نہیں اپنی زندگی سے۔ اطمینان قلب نہیں ہے ان کو اور میں نے بہت دورے کئے ہیں کھل کے میرے ساتھ بات کرتے ہیں۔ وہ اس وقت اندھیرے میں گروپنگ ہاتھ ہلا رہے ہیں کہ شاید کوئی ایسی چیز مل جائے جس سے اطمینان قلب حاصل ہو جائے۔ اور اطمینان قلب اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد:۲۹) اسلام کی تعلیم کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے بغیر ان کو کبھی حاصل نہیں ہوگا نہیں ہوگا۔ اور جس چیز کو وہ کھو چکے، اسے کھونے کے لئے یہ دنیا کوشش کر رہی ہے، ان کی نقل کر رہی ہے۔ احمدی کو ان کی نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے ایک مومن مسلمان سے کہ میرے بتائے ہوئے طریق پر تم عمل کرو۔ حقیقی خوشی تمہاری زندگی کے اندر پیدا ہو جائے گی۔ میں نے بڑا غور کیا قرآن کریم پر۔ کئی دفعہ پہلے کہہ چکا ہوں اور نہیں تھکوں گا یہ کہتے ہوئے کہ جو تعلیم ہے انسانی معاشرہ کے پہلو کے لحاظ سے یہ ہے کہ میں تمہیں لڑنے نہیں دوں گا۔ آپس میں محبت اور پیار کے ساتھ زندگی گزارو۔ ایک یہ بھی Factor ہے، ایک ذریعہ ہے خوشحالی پیدا کرنے کا اطمینان قلب پیدا کرنے کا۔ ہر ایک کا حق قائم کیا۔ ہر ایک کے حق کی ادائیگی کی ضمانت دی۔ اور جو حق ادا نہیں کرتا۔ یعنی خدا تعالیٰ کا قائم کردہ حق، وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو مول لیتا ہے اور اس کی جہنم میں جانے کے لئے کوشش کر رہا ہے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ تو حقیقی خوشیوں کا انحصار اس بات پر ہے کہ انسان دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کو جذب کرے اور پیچھے جو باتیں میں نے بیان کیں ان

کو وہ حاصل کرنے والا ہو۔

سچا اور حقیقی مومن بننا شرط ہے قرآن کریم میں اَلْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا (الانفال:۵) کا لفظ استعمال کیا ہمیں سمجھانے کے لئے کہ محض کہہ دینا اپنے آپ کو کافی نہیں بلکہ اَلْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا حقیقی مومن۔ سوال یہ ہے کہ کون ہے دنیا میں کہ جو کہے کہ حقیقی مومن فلاں ہے اور فلاں نہیں ظاہر ہے کہ یہ اعلان کیا گیا کہ جو میری نگاہ میں مومن ہوگا اس کے حق میں یہ ساری باتیں پوری کی جائیں گی اور یہاں یہ بتایا پھر کہ لِلْمُؤْمِنِیْنَ میں اس طرف اشارہ کیا اور اگلی آیت میں پھر کھول کے بیان کیا کہ مومن وہ ہے جو ہر کجی سے پاک ہے۔ یہ آٹھویں بات اس میں بتائی۔ اس واسطے ہیر پھیر والا ہے نا ہمارا محاورہ کہ ہیر پھیر کرنا۔ قول سدید نہ ہونا اس میں بھی ہیر پھیر کر جانا۔ یہ لعنت ہے اس سے بچنا چاہیئے ہر انسان کو۔ بعض عادتیں لعنتی جو ہیں وہ معصوم بھی ہوتی ہیں لیکن خطرناک بہرحال ہوتی ہیں۔ ایک دوست تھے ان سے جب آپ سوال کریں کبھی سیدھا جواب نہیں دیتے تھے۔ ایک دن دہلی میں تھے وہ ۱۹۴۴ء کی بات ہے میں نے ان سے کہا کہ قرآن کریم تو کہتا ہے قول سدید کہو اور آپ کی یہ عادت بچپن سے کہیں بیچاروں کو پڑ گئی تھی۔ میں نے کہا اتنی عادت آپ کو یہ پڑ گئی ہے سیدھا جواب نہ دینے کی۔ انہوں نے تُرکی ٹوپی پہنی ہوئی تھی سرخ سے رنگ کی۔ اتنی تمہید کے بعد میں نے کہا اب میں آپ سے پوچھوں گا اس ٹوپی کا، کیا رنگ ہے تو آپ مجھے صحیح جواب نہیں دیں گے۔ اور انہوں نے نہیں دیا صحیح جواب۔ ہیرا پھیری شروع کر دی۔ حالانکہ وہ تو کوئی ایسا مسئلہ ہی نہیں تھا۔

تو مومن وہ ہے جو ہر کجی سے پاک ہے۔ خدا نے اعلان کیا اور جو ہر کجی سے پاک ہے اور مومن ہے اس کے حق میں یہ وعدے پورے ہوں گے جن کا ذکر اس میں ہے۔

پس ایک عہد تو اس رمضان میں، بنیادی عہد بن گیا نا مومن بننے کے لئے۔ ہر احمدی کوشش کرے کجی نہ ہو یعنی بعض دفعہ Unconcious Mind اس کو علم بھی نہیں ہوتا اور وہ ہیر پھیر والی بات کر جاتا ہے کہ میں ہمیشہ سچی بات کروں گا۔

اور نویں بات یہ ہے کہ اپنی پوری توجہ یعنی ایک بڑا مخلص سارا کچھ ہوتا ہے لیکن بیچ میں توجہ بٹ جاتی ہے۔ توجہ نہیں بٹے۔ اعلان یہ ہے اپنی پوری توجہ دین پر ہمیشہ مرکوز رکھوں گا۔ جس کا

مطلب یہ ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیا کمائی نہیں۔ یہ مطلب ہے کہ دنیا کمانے کے بعد دنیا کو اس طور پر خرچ کرنا ہے جو خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ جس طور پر خرچ کیا جائے۔ حسناتِ دنیا بھی حسناتِ آخرت کے لئے حاصل کی جائیں۔

اور دسویں بات یہ ہے کہ شرف جو ہے وہ ایک موٹا شرک ہے۔ بت پرستی کرنا، ایک نیم موٹا شرک ہے۔ قبر پہ جاکے سجدہ کر دینا۔ بعض شرک اس سے بھی کم ظاہر ہونے والے ہیں۔ اپنے نفس کو کچھ سمجھنے لگ جانا خدا کے سامنے اور اپنے علم پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی تفصیل سے بتایا ہے غرور کرنا۔ اپنے حسن پر تکبر کرنا۔ اپنے جتھے پر ناز کرنا وغیرہ وغیرہ ساری شرک کی باتیں ہیں۔ ایمان باللہ توحید پر مضبوطی سے قائم ہونا، شرک کی ہر قسم کی فنا کا تقاضا کرتی ہے اور یہاں یہ بات بتائی گئی ہے کہ مومن کے لئے ضروری ہے اگر وہ قرآن کریم کی بشارتوں سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے کہ شرک کی کوئی رگ باقی نہ رہے کیونکہ جو اس کے لئے مجاہدہ کرنا پڑتا ہے اس کے لئے سوچنا پڑتا ہے اس کے لئے چوکس رہنا پڑتا ہے اس کے لئے دعائیں کرنی پڑتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

گیارھویں یہ کہ غیر اللہ سے انسانی وجود کے سارے احساس مردہ ہوں اور سارے احساس اللہ کے لئے زندہ ہوں۔ اتباع وحی الٰہی سے یہ میں نے نکتہ اٹھایا ہے۔ صرف وحی الٰہی اور احکام الٰہی سے زندگی کا خمیر اٹھے۔

اور بارہویں یہ معاشرہ ہے نا ہر قسم کے لوگ ہیں۔ بارہویں یہ ضروری ہے کہ پوری استقامت اور استقلال جیسے صبر کے ایک معنی یہ بھی ہیں۔ پوری استقامت اور استقلال سے یہ اتباع ہو۔ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰى اِلَيَّ (الاعراف:۲۰۴) ہے نا۔ جو وحی الٰہی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہماری خاطر اور کامل تعلیم آپ نے ہمارے ہاتھ میں دی قرآن کریم کی شکل میں ایک کامل شریعت آ گئی۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدة:۴) خدا تعالیٰ کی رضا کو پانے کے لئے ضروری ہے کہ دنیا، دنیا کی ساری طاقتیں، دنیا کے سارے علوم، دنیا کی ساری دولتیں، دنیا کے سارے جتھے، دنیا کی ساری شیطنتیں زور لگا لیں انسان اس

مقام پر نہ رہے کہ اتباعِ وحی الٰہی جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، وہ ضروری ہے ہر چیز ٹھکرا دینے کے قابل ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ جب دو قسم کے مقابلے ہوتے ہیں۔ ایک ایسا مقابلہ ہے جس میں خدا تعالیٰ کا حکم ظاہری طور پر پوری شان وشوکت کے ساتھ اگر ظاہر نہ بھی ہو تو کوئی فرق نہیں پڑتا اور ایک وہ مقابلہ ہے جو چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی عظمتوں کا اپنی قدرتوں کا اظہار کرے۔

تو یہاں فرمایا کہ صبر یعنی استقامت اور استقلال کے ساتھ اس وحی کو مضبوطی سے، احکام الٰہی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو۔ اس وقت تک کہ جو خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ہے سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے، وہ اپنا فیصلہ کر دے۔ پھر جو ظاہری، جو دنیوی پریشانیاں ہیں۔ بہت ساری ہوتی ہیں وہ خود بخود دور ہو جائیں گی لیکن یہ کہنا کہ ہمیں کوئی دنیوی تکلیف ہی نہ پہنچے کوئی پریشانی نہ ہو۔ یہ غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں تو آزماؤں گا لیکن ہوں تمہارے ساتھ۔ اگر تم میرے رہو گے۔

جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو

(تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۳۹۰)

اگر تم میرے ہو رہو گے میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں تمہارے ساتھ اس وقت بھی کھڑا ہوں جب دشمن کا وار تم پر پڑتا ہے اور تمہیں تکلیف پہنچ رہی ہوتی ہے۔ آزمانا چاہتا ہوں تمہیں۔ تم سے دور نہیں چلا جاتا اور اگر تم استقامت اور استقلال دکھاؤ گے میرے فیصلے تک اور یہ فیصلہ کرنا کہ کب میں فیصلہ کروں۔ یہ میں نے کرنا ہے تم نے نہیں کرنا اس واسطے صبر تمہارا کام ہے۔ اور اپنی عظمتوں اور جلال کو ظاہر کرنا یہ میرا کام ہے۔ ہزاروں دفعہ پہلے ہوا ہماری زندگیوں میں بھی ہوا اور آئندہ بھی ہوگا۔ اس واسطے خدا کے ہو کر اپنی زندگی گزارو۔ اور خدا سے پاؤ ہر چیز اور پھر اس کی عظمت اور جلال کے جلوے دیکھو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(از رجسٹر خطباتِ ناصر غیر مطبوعہ)